

ماہنامہ ”نقیب شتم نبوت“ ملتان (ستمبر 2018ء)

بیاد امیر شریعتؒ

تحریک شتم رسول اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

مرزا غلام نبی جانباڑ مرحوم

غلامی کا ہر سال جدوجہد ”آزادی“ کے لیے مصائب و آلام کے کوہِ گراں لے کر آیا۔ ان دنوں ہر صبح کا طلوع ہونے والا آفتاب اپنی کرنوں میں محبانِ وطن کے لیے ایسے فیصلے لے کر طلوع ہوتا کہ جن میں دارورسن کے فیصلے جلی طور پر رقم ہوتے۔

لیکن ۱۹۲۶ء کا سورج عجب انداز سے ابھرا کہ غیر ملکی استعمار اگر ایک طرف آتشیں اسلحہ سے لیس تھا تو دوسری طرف سیاسی بساط کے مہرے اس رخ پر چلائے کہ ان کی ہر چال شہ مات دیتی ہوئی چلی گئی۔

سائنس کمیشن میں ہندوستان کی عدم شمولیت، لارڈ برکن ہیڈ کا چیلنج اور ہندوستانی رہنماؤں کے فیصلے ہنوز متصادم تھے کہ آریہ سماج اور مرزائیوں کی چپقلش نے ہندوستان میں تحریک شتم رسول ﷺ کو جنم دیا۔

۱۸۷۵ء میں پنڈت دیانند کی کتاب ”ستیا رتھ پرکاش“ پہلی بار بنارس میں شائع ہوئی۔ قادیانی مذہب کے بانی مرزا غلام احمد نے ”ستیا رتھ پرکاش“ کے شائع ہوتے ہی کتاب ہذا کے مصنف اور دوسرے رہنماؤں کو چیلنج کیا کہ ”جو کتاب میں (مرزا غلام احمد قادیانی) مستقبل قریب میں لکھنے والا ہوں، اگر ہندو اور سوامی دیانند مجھے اس کا جواب دیں تو میں انہیں دس ہزار روپے انعام دوں گا“۔ اس کے بعد مرزا غلام احمد کی کتاب ”براہین احمدیہ“ کا سلسلہ شائع ہونا شروع ہوا۔ جس میں ہندو دھرم، وید، آریہ سماج، پنڈت دیانند پر اعتراضات و الزامات تراشے گئے۔

اکتوبر ۱۸۸۳ء میں پنڈت دیانند کی موت واقع ہوئی اور ۱۸۸۴ء میں ”براہین احمدیہ“ کی چوتھی جلد شائع ہوئی۔ اس میں پنڈت دیانند کی موت پر اس کے خلاف زورِ قلم کا مظاہرہ دیکھا گیا۔ آخر اسی سال ستیا رتھ پرکاش کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا تو اضافی طور پر جن دو ابواب کو شامل اشاعت کیا، ان میں داعیِ اسلام حضور خاتم الانبیاء ﷺ کی ذاتِ گرامی پر براہِ راست حملے کیے گئے تھے، جنہیں مسلمان برداشت نہ کر سکا اور کتاب ہذا کے خلاف ہندوستان بھر میں احتجاجی مظاہرے اور جلسے ہوئے، نیز حکومت سے اس کتاب کی ضبطی کا مطالبہ کیا گیا۔

انہی دنوں قاسم علی (مرزائی) کی کتاب ”انیسویں صدی کا مہارشی دیانند“ شائع ہوئی۔ جس میں پنڈت دیانند کو ہدفِ تنقید بنایا گیا تھا۔ اس کتاب کے بازار میں آتے ہی ہندو مسلمان پھر ایک دوسرے کے آمنے سامنے آ کھڑے

ماہنامہ ”نقیبِ شہادت“ ملتان (ستمبر 2018ء)

بیاد امیر شریعتؒ

ہوئے۔ قاسم علی (مرزائی) کے جواب میں آریہ سماجی لیڈر پنڈت چمپاوتی ایم، اے (پروفیسر ڈی، اے، وی کالج لاہور) نے (نعوذ باللہ) ”رنگیلا رسول“ ایسی رسوائے عالم کتاب لکھی۔

یہ سارا تماشا ان دنوں ہوا۔ جب لارڈ برکن ہیڈ وزیر ہند کا چیلنج قبول کرتے ہوئے رہنمایان ہند نے سائنس کمیشن کے بائیکاٹ نیز باہم مل کر بیٹھنے کی تجویزیں پاس کی تھیں۔

ان واقعات کے یہاں پہنچنے تک ۱۹۲۷ء کا سال اپنے سفر کی ایک تہائی منزل طے کر چکا تھا۔ لیکن آریہ سماجی اور مرزائیوں کی باہم تلخ نوائی نیز ان کی تحریری جنگ نے ہندوستان کے سنبھلتے ہوئے حالات کو از سر نو پلٹا دیا۔ گوشدھی و سنگھٹن کی بادموم کے باعث صحن چمن کی ہر روش اپنی نگاہوں کے ڈورے سرخ کیے بیٹھی تھی۔ تاہم احساس ہو رہا تھا کہ شبنم کے آنسو اور باد صبح گا ہی کے معانے سے فضاؤں میں انقلاب رونما ہوگا اور صیاد کے ظلم و جور کی بجلیوں سے جلتے ہوئے آشیانوں کو پھر سے نیکے جمع کرنے کا موقع ملے گا مگر بکھرے ہوئے زہر نے دریا کے ہر قطرے کو مسموم کر دیا۔

اس مسموم فضا میں امرتسر کے ایک ہندی رسالہ ”ورت مان“ نے بھی خاتم الانبیاء علیہ السلام کی ذات گرامی پر کچڑ اچھالا۔ جسے راج الوقت قانون نے چھ ماہ کی سزا دی، لیکن کتاب ”رنگیلا رسول“ (نعوذ باللہ) نے حالات کو بد سے بدتر کر دیا۔ علمائے دین کی توجہ جب کتاب ہذا کی طرف ہوئی تو جمعیت علماء ہند نے شاتم رسول کو واجب القتل قرار دیا۔ اس فتویٰ کے شائع ہوتے ہی عبدالعزیز نامی شخص نے کتاب ہذا کے ناشر مہاشہ راجپال پر، جس نے کہ مصنف کی ذمہ داری بھی قبول کر لی تھی، لاہور میں قاتلانہ حملہ کیا، جس سے راج پال زخمی ہوا اور حملہ آور کو چودہ سال کی سزا ہوئی۔

اس کے بعد خدا بخش نامی (المعروف کو جیا) نے حملہ کیا، مگر یہ وار بھی جان لیوا ثابت نہ ہوا۔ خدا بخش کو چھ سال کے لیے جیل بھیج دیا گیا۔

ہندوستان کے مسلمانوں نے حکومت ہند سے مطالبہ کیا کہ راج پال کو گرفتار کر کے اس پر مقدمہ چلایا جائے۔ آخر مسلسل قاتلانہ حملوں اور مسلمانوں کے اضطراب کے رد عمل پر حکومت نے مہاشہ راج پال کو گرفتار کر لیا۔ عدالت نے تین سال قید اور جرمانے کی سزا دی لیکن سیشن جج نے جرمانہ معاف کر دیا اور سزا بحال رکھی۔ ہائی کورٹ میں اپیل پر جسٹس کنور دیپ سنگھ (عیسائی) نے راج پال کو بری کر دیا۔ اس فیصلہ پر لاہور کے انگریزی روزنامہ ”مسلم آؤٹ لک“ نے تبصرہ کیا تو اسے تو ہین عدالت پر سزا ہوئی۔ جسٹس کنور دیپ سنگھ کے اس رویہ پر عوام کا احتجاج اس قدر عام ہوا کہ حکومت کو عدالت عالیہ کی پوزیشن محفوظ کرنا مشکل ہو گئی۔

۴ اور ۵ جولائی ۱۹۲۷ء کی درمیانی رات کو مسلمانان لاہور کی طرف سے دہلی دروازہ کے باغ میں ایک جلسے کا

ماہنامہ ”نقیبِ تم نبوت“ ملتان (ستمبر 2018ء)

بیاد امیر شریعتؒ

اعلان کیا گیا، جس میں شاہ جی، مولانا احمد سعید، مولانا مفتی کفایت اللہ، چودھری افضل حق، خواجہ عبدالرحمن غازی نے تقریریں کرنی تھیں۔ لیکن اسی روز لاہور کے ڈپٹی کمشنر مسٹر اوگلوئی نے دفعہ ۱۴۴ اگا کر جلسے کو ممنوع قرار دے دیا۔ مگر شاہ جی کی تجویز پر جلسہ میاں عبدالرحیم کے احاطہ میں منعقد کیا گیا۔ (یہ احاطہ موجودہ مزار حضرت شاہ محمد غوثؒ بیرون دہلی دروازہ کے بالمقابل واقع ہے۔) اس وسیع احاطہ میں ہزاروں لوگ جمع ہو گئے اور جلسے کی صدارت چودھری افضل حق نے کی۔ فوج اور پولیس کے علاوہ مسٹر اوگلوئی ذاتی طور پر بھی احاطہ کے باہر موجود تھے اور اندر آ کر اعلان کیا کہ:

”دفعہ ۱۴۴ کے باعث یہ مجمع خلاف قانون ہے۔ آپ لوگ پانچ منٹ کے اندر یہاں سے چلے جائیں، ورنہ مجھے گولی چلانے کا حکم دینا پڑے گا۔“

ڈپٹی کمشنر کے اس اعلان پر خواجہ عبدالرحمن غازی نے ڈپٹی کمشنر کو انگریزی میں کہا: ”ہم اس قانون کو اپنے پاؤں تلے روندتے ہیں، جو قانون ہمیں ناموس پیغمبر کی حفاظت کی ضمانت نہیں دیتا۔ تم جو چاہو کرو، ہم یہ جلسہ کریں گے۔“ اس کے بعد شاہ جی نے تقریر کرتے ہوئے کہا:

”آج ہم سب فخرِ رسل ﷺ کی ناموس کو برقرار رکھنے کے لیے جمع ہوئے ہیں۔ بنی نوع انسان کو عزت بخشنے والے کی عزت خطرے میں ہے۔ آج اس جلیل القدر ہستی کا ناموس معرض خطر میں ہے۔ جس کی دی ہوئی عزت پر تمام موجودات کونا ز ہے۔

آج مفتی کفایت اللہ صاحب اور مولانا احمد سعید صاحب کے دروازے پر ام المومنین عائشہ صدیقہ اور ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہما آئیں اور فرمایا کہ ہم تمہاری مائیں ہیں۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ کفار نے ہمیں گالیاں دی ہیں؟

ارے دیکھو تو ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا دروازے پر تو کھڑی نہیں؟“

یہ سن کر حاضرین میں کہرام مچ گیا اور مسلمان دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ شاہ جی نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

”تمہاری محبت کا تو یہ عالم ہے کہ عام حالتوں میں کٹ مرتے ہو، لیکن کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آج سبز گنبد میں رسول اللہ ﷺ تڑپ رہے ہیں اور خدیجہ الکبریٰؓ اور عائشہ صدیقہؓ پریشان ہیں۔ بتاؤ! تمہارے دلوں میں امہات المومنینؓ کی کیا وقعت ہے؟ آج ام المومنین عائشہ تم سے اپنے حق

ماہنامہ ”نقیبِ شہادت“ ملتان (ستمبر 2018ء)

بیاد امیر شریعتؒ

کا مطالبہ کر رہی ہیں۔ وہی جنہیں رسول اللہ ”حمیرا“ کہہ کر پکارتے تھے۔ جنہوں نے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو رحلت کے وقت مسواک چبا کر دی تھی۔
اگر تم خدیجہؓ اور عائشہؓ کی ناموس کی خاطر جانیں دے دو تو کچھ کم فخر کی بات نہیں۔ یاد رکھو! یہ موت آئے گی، تو پیام حیات لے کر آئے گی۔“

(روزنامہ زمیندار ۱۷ جولائی ۱۹۲۷ء)

یہ تقریر اس قدر مؤثر اور جذباتی تھی کہ تمام مجمع میں حشر پٹا تھا۔ شاہ صاحب کی تحریک پر لوگوں کے جھٹے باغ میں جلسہ گاہ جاتے اور گرفتار ہو جاتے۔ ان پر لاٹھی چارج بھی کیا جاتا۔ یہ سلسلہ تھوڑی دیر جاری رہا۔ بعد ازاں شاہ جی نے عوام کو اپنے جذبات پر قابو رکھنے کی اپیل کی اور کہا:

”ہمارا موقف قتل و غارت گری نہیں۔ بلکہ ہم چاہتے ہیں کہ برطانوی حکومت تعزیرات ہند میں ایک ایسی دفعہ کا اضافہ کرے جس کی رو سے بائیان مذہب کے خلاف تقریر و تحریر کی پابندی ہو اور اس کی خلاف ورزی کرنے والا مجرم قرار پائے۔“

اس قرارداد کے بعد جلسہ برخواست کر دیا گیا لیکن عوام کو پرامن طور پر احاطہ سے باہر نکالنے کے لیے شاہ جی خود دروازے پر کھڑے ہو گئے۔ ان کے سامنے مسٹر اوگلو کھڑا تھا۔ شاہ جی اپنے مخصوص انداز میں لوگوں کو پرامن رہنے کی تلقین کر رہے تھے اور ساتھ ہی مسٹر اوگلو سے پنجابی میں کہا:

”اوگلو! اوکھے گھر نیو نہ رہ پایا ای!“ (اوگلو! تم نے مشکل گھرانے سے ٹکری لی ہے)“

(از حیات امیر شریعت، صفحہ ۱۰۵ تا ۱۰۶)